تجمل کرمانی

ناموس رسالت ﷺ کے مسئلے پر مجلس مذاکرہ

انسدادِ توہین رسالت ایکٹ کے تحت تفتیش کے انداز میں مجوزہ تبدیلی اور بعض دیگر خدشات ملک بھر میں علمائے کرام کے اضطراب و احتجاج کا موجب بنے۔ نئی صورت حال کیوں پیدا ہوئی، ذمہ دار کون تھا؟ یہ صورت حال بار بار کیوں پیدا ہوتی ہے؟ ان سوالات پر غور وفکر کے لیے ایک مجلس مذاکرہ کا اہتمام کیا گیا۔ مجلس مذاکرہ کی تفصیلی رپورٹ حسب ذیل ہے:

قاضی حسین احمد امیر جماعت اسلامی پاکستان

پاکستان اس وقت عالمی سیکولر اور لامذہب طاقتوں کی یلغار کی زد میں ہے۔ نیو ورلڈ آرڈر کے نام سے مغربی تہذیب کو پوری دنیا پر مسلط کرنا اور تمام مقدس اقدار کی حرمت کو پامال کرنا مغرب کی لادین سیکولر تہذیب کا بنیادی وصف ہے۔ فکر کی آزادی کے نام سے تقدس کے ہر تصور کو اذہان سے محو کرنے کی تحریک جدید مادی تہذیب کے بنیادی مقاصد میں شامل ہے۔ اسی کا ذکر کرتے ہوئے علامہ اقبال نے فرمایا تھا۔

گو فکر خداداد سے روشن ہے زمانہ
آزادیٔ افکار ہے ابلیس کی ایجاد

حضور نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کا جو عشق ہے یہ امت مسلمہ کے اتحاد و یکجہتی اور روحانی قوت کا اصل راز ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کو ہدف تنقید بنا کر مغربی، یہودی اور ہندو مفکرین مسلمانوں کے مرکزِ عقیدت پر وار کرنا چاہتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں اس کا سدباب کرنے کے لیے سب سے زیادہ مؤثر ذریعہ خود مسلمانوں کی حضور ﷺ سے محبت اور ایمانی غیرت وحمیت ہی بدنیت دشمنانِ اسلام و دشمنانِ دین کے ناپاک عزائم کے راستے میں حائل ہے لیکن لوگوں کے جذبات کو قانونی حدود کا پابند بنانے کے لیے اس بات کی ضرورت محسوس کی گئی کہ حضور ﷺ کی شان میں گستاخی کو روکنے کے لیے قانونی دفاع اور تحفظ فراہم کیا جائے۔ اس قانونی راستے سے حقیقت میں توہین رسالت کا جھوٹ موٹ کا

الزام لگا کے کسی کو نشانہ بنانے کا راستہ رک جاتا ہے اور قانونی راستے کی موجودگی میں اس کا کوئی جواز نہیں بنتا کہ لوگ خود ہی کسی کے مجرم ہونے کا فیصلہ کر کے اس کو عدالت سے ماورا سزا دینے کی کوشش کریں۔

بدقسمتی سے ہمارے ملک میں امن و امان کی خراب صورت حال اور جہالت اور افراتفری کی وجہ سے ہر قانون کو غلط طور پر بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ جھوٹی ایف آئی آر درج کرانا' جھوٹی گواہی دینا' جھوٹا الزام لگانا' غلط پرچہ درج کروانا' یہ ہمارے ملک کا معمول ہے جو صرف توہین رسالت تک محدود نہیں ہے۔ جھوٹی گواہی دینے اور جھوٹا الزام لگانے کے تدارک کے لیے قوانین موجود ہیں اور تعزیرات پاکستان کے تحت سزائیں بھی موجود ہیں۔ ایک تو ان قوانین کی تشہیر نہیں کی گئی اور دوسرے قانونی چارہ جوئی کرنے کا راستہ بہت طویل ہے' جس کے نتیجے میں عدالتوں سے لوگوں کا اعتماد اٹھ گیا ہے۔ بہت سارے بے گناہ لوگ غلط اور ناجائز الزام کے تحت حوالات میں بند ہو جاتے ہیں اور جھوٹے مقدمات میں پھنس جاتے ہیں' کیونکہ توہین رسالتؐ کے اس قانون کی زد میں بہت سارے عیسائی بھی مقدمات میں پھنس گئے ہیں اور لوکل عیسائیوں کی پشت پر دنیا کی عیسائی برادری اور منظم عیسائی چرچ اور لا تعداد جوان کے حقوق کے لیے کام کرتی ہیں' موجود ہیں اور پھر پاکستان میں کام کرنے والی این جی اوز جو صیہونی اور صلیبی طاقتوں کی آلہ کار ہیں' اس طرح کے مسائل کو اپنے مغربی آقاؤں کو خوش کرنے کے لیے بہت چڑھا چڑھا کر پیش کرتے ہیں۔ اس طرح مغربی میڈیا میں جو تصویر پیش کی جاتی ہے اس سے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے پاکستان کی ساری جیلیں توہین رسالتؐ کے جرم میں عیسائیوں سے بھر گئی ہیں اور بہت سارے لوگوں کو موت کی سزا دے دی گئی ہے۔ حالانکہ فردِ واحد کو بھی اس قانون کے تحت سزا نہیں ملی ہے۔ کچھ لوگوں کو نچلی عدالتوں سے سزا سنائی گئی جو اوپر کی عدالتوں نے معاف کر دی۔ گوجرانوالہ کے ایک واقعہ کا ذکر بہت کیا جاتا ہے حالانکہ اس کا توہین رسالتؐ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں تھا۔ وہاں ایک بے گناہ حافظِ قرآن کو یہ اعلان کر کے کہ اس نے قرآن جلایا ہے" لوگوں نے گھیر لیا اور اس کو تشدد اور اذیت کا نشانہ بنایا جس سے وہ قتل ہو گیا۔ وہ حافظ قرآن تھا' اس پر قرآن کریم جلانے کا جھوٹا الزام لگایا گیا۔ اگر اس کو پولیس والے اپنی تحویل میں لے لیتے اور مقدمہ درج کر لیتے تو اس کا بچانا ممکن ہو سکتا تھا۔

ضرورت اس بات کی ہے کہ تعزیرات پاکستان کی دفعات 193' 194' 195 اور 182 ت پ کی تشہیر کی جائے۔ مثلاً کسی بھی مقدمہ میں عدالت میں جھوٹی گواہی دینے یا Fabricate کرنے کی سزا 193 ت پ کے تحت سات سال سزائے قید اور دفعہ 194 ت پ کے تحت سزائے موت کے مستوجب کسی جرم کے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینے یا شہادت کو Fabricate کرنے کی سزا عمر قید یا دس سال قید بامشقت اور جرمانہ کی سزا مقرر ہے۔ ان دفعات کے تحت سزاؤں کی بڑے پیمانے پر تشہیر کر دی جائے تو توہین رسالتؐ سمیت کسی بھی دفعہ کے مقدمہ میں جھوٹا الزام لگانے والوں کی حوصلہ شکنی ہو گی اور ان کو عملاً سزا دیئے جانے کی خبروں کی بڑے پیمانے پر اشاعت سے جھوٹے الزامات لگانے والے لوگ عبرت حاصل کریں گے اور جھوٹا الزام لگانے کے ارتکاب میں بہت کمی ہو سکتی ہے۔

اسی طرح دفعہ 195 ت پ کے تحت عمر قید کی سزا کے مستوجب کسی جرم کے مقدمہ میں جھوٹی شہادت دینے یا شہادت Fabricate کرنے والے کو اتنی ہی سزا دی جا سکتی ہے جتنی سزا اس جرم کے مرتکب کو دی جا سکتی ہے۔ اس دفعہ کے تحت دی جا سکنے والی سزا کی تشہیر کرنے کی ضرورت ہے۔

دفعہ 182 ت پ کے تحت کسی سرکاری افسر (بشمول تھانے کے افسران) کو غلط اور جھوٹی اطلاع (بشمول ایف آئی آر) دینے کی سزا پہلے سے مقرر ہے۔ ان قوانین کی موجودگی میں کسی دوسرے پروسیجر کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر عدالتیں اور پولیس ٹھیک کام کریں تو موجودہ قوانین بھی بے گناہ لوگوں کو بچانے کا کافی ذریعہ بن سکتے ہیں۔

محمد اسماعیل قریشی ایڈووکیٹ

توہین رسالت کا مسئلہ سب سے پہلے میں نے 1984ء میں فیڈرل شریعت کورٹ میں پیش کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان اقدس میں گستاخی پر مشتمل ایک کتاب شائع ہوئی۔ ہم نے بار میں اس کے خلاف قرارداد منظور کی اس کے بعد دریدہ دہن مصنف کے خلاف ملک بھر کی انتہائی ممتاز اور محترم شخصیات بشمول مرحوم جسٹس بدیع الزمان کیکاؤس' ایس ایم ظفر' ڈاکٹر ظفر علی راجہ غرضیکہ ہر مکتب فکر کی ممتاز شخصیات نے درخواست پر دستخط کیے جو فیڈرل شریعت کورٹ میں پیش کر دی گئی۔ درخواست کی پیروی میں ہر مکتب فکر کے علمائے کرام اور ماہرین قانون دآئین نے دلائل پیش کیے۔ طرفہ تماشا یہ ہوا کہ حکومت کی طرف سے پیش ہونے والے سید ریاض الحسن گیلانی نے اپنا موقف پیش کرتے ہوئے کہا شان رسول اکرم ﷺ میں گستاخی کے مرتکب افراد کو فوری طور پر موقع پر ہی قتل کر دینا چاہیے۔ اس کے خلاف فیصلہ لینے کے لیے کسی عدالت میں جانے کی ضرورت ہی نہیں۔ عدالت نے استفسار کیا کہ آپ حکومت کے نمائندہ کی حیثیت سے کہہ رہے ہیں؟ جناب ریاض الحسن گیلانی نے پراعتماد اور پرجوش انداز میں کہا ''جی ہاں'' جناب والا! یہ حکومت پاکستان کا بھی موقف ہے''۔

طاہر القادری نے یہ موقف پیش کیا تھا کہ اہانت رسول ﷺ کے مرتکب ملزم کی نیت دیکھنا ہرگز ضروری نہیں اور کسی بھی شخصیت کو ملزم کی نیت دیکھنے کا حق حاصل نہیں۔ اس کیس میں فقہ جعفریہ کے ایک ممتاز نمائندہ الہ آباد سے آئے تھے۔

اس درخواست پر حکومت کی طرف سے متذکرہ مسئلہ پر قانون سازی کا یقین دلایا گیا مگر بعد میں معاملہ معلق کر دیا گیا۔ پھر ایک روز آپا نثار فاطمہ تشریف لائیں۔ ہم نے دوبارہ اس معاملے کا تعاقب کیا۔ مختصر بات یہ ہے کہ فیصلہ ہو گیا۔ نافذ بھی ہو گیا۔ میاں محمد نواز شریف کا دور تھا۔ حکومت کی طرف سے سپریم کورٹ میں اپیل کر دی گئی۔ میں نے میاں نواز شریف سے فون پر رابطہ کیا اور انہیں بتایا آپ کے خلاف خیبر سے کراچی تک احتجاج کا طوفان اٹھ کھڑا ہو گا۔ انہوں نے بتایا میرے علم میں نہیں ہے کہ اپیل کی گئی ہے۔ بہرحال وہ اپیل واپس لے لی گئی اور قانون بن گیا۔ اب اسے کوئی ختم نہیں کر سکتا۔ کوئی

ختم کرے گا تو وہ خود ختم ہو جائے گا۔

جہاں تک حال ہی میں اٹھنے والے تنازعہ کا تعلق ہے' یہ اسی سازش کی ایک کڑی ہے جس کا سلسلہ اسلام دشمن طاقتوں کی طرف سے برسوں سے جاری و ساری ہے۔ توہین رسالت ﷺ ایکٹ بنتے ہی یورپی ممالک' دنیا بھر کی این جی اوز اور قادیانی ہیومن رائٹس کی تنظیمیں حرکت میں آ گئیں۔ اس قانون کے خاتمہ کا مطالبہ کیا جانے لگا۔ میرے پاس تمام رپورٹیں موجود ہیں۔ جنیوا کے کنونشن میں پاکستانی حکمرانوں کی طرف سے یقین دلایا گیا ''ہم اس قانون میں ترمیم کریں گے۔ پوری دنیا میں شور مچا کہ یہ قانون اصلاً قادیانیوں کے بارے میں ہے۔ 1996ء میں کلنٹن نے کہا ''آپ کو یہ قانون بدلنا ہوگا۔'' جرمنی کے چانسلر ہلمٹ کوہل نے کہا: ''اس قانون کی موجودگی میں پاکستان کے ساتھ ہمارے تعلقات خراب ہو جائیں گے۔'' اس کے بعد پاکستان سے اس جرم سے رہائی پا کر جرمنی جانے والے سلامت مسیح کو وی آئی پی پروٹوکول دیا گیا۔

میں عرض یہ کر رہا تھا اسلام دشمن طاقتیں اسی وقت سے اس قانون پر پیچ پا ہیں اور اس کے خلاف مصروف عمل ہیں۔ حالیہ تنازعہ بھی ان طاقتوں ہی کا کیا دھرا تھا۔ یہ قانون ملزموں کو تحفظ دینے کا بہترین ذریعہ بن گیا ہے۔ بعض لوگ مشتاق راج کو جیل میں قتل کرنے کے لیے پہنچ گئے تھے۔ اسی طرح ایک گستاخ رسول نے جس کا مقدمہ زیر سماعت ہے' عدالت میں دریدہ دہنی کی ''انا محمد رسول اللہ'' (میں محمد رسول اللہ ہوں) ڈاکٹر بریگیڈئر اسلم اور جنرل سرفراز نے بھی یہ سنا۔ ان سے پوچھا گیا ''آپ نے یہ ہرزہ سرائی کیونکر برداشت کر لی؟'' انہوں نے کہا ''قانون بن گیا ہے۔ ہم قانون کو ہاتھ میں نہیں لے سکتے''۔ اس طرح سے سنگین ترین جرم کا مرتکب شخص بھی اس قانون کے مطابق جرم ثابت ہونے تک محفوظ و مامون ہو گیا ہے۔

ڈاکٹر سرفراز نعیمی

سوال ہے کہ 12 اکتوبر 99ء جب سے جنرل پرویز مشرف نے اقتدار سنبھالا اس وقت سے اب تک کوئی ایسا واقعہ رونما ہوا ہے جس کا آئین کی دفعہ 295 سی سے تعلق ہو؟ جب ایسا واقعہ رونما نہیں ہوا تو 295 سی کو کس پس منظر میں چھیڑا گیا؟ موجودہ حکومت جب اقتدار میں آئی تو اس نے واضح اعلان کیا کہ ہمارے سات نکات ہیں جس کی خاطر انہوں نے اقتدار سنبھالا ہے۔ ان سات نکات میں ایک نقطہ بھی دفعہ 295 سی کے متعلق نہیں تھا۔ موجودہ حکومت کے اردگرد قادیانی اور این جی اوز کے نمائندے موجود ہیں۔ ان حضرات کی جانب سے ملک' حکومت' فوج' دین پسند افراد' عوام کے خلاف بہت بڑی سازش کی گئی اور جس میں فوجی حکومت کو ملوث کر دیا گیا۔ جب کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تو ظاہر ہوتا ہے کہ جو طاقتیں موجودہ حکمرانوں کے اقتدار کو ڈانواں ڈول کرنا چاہتی ہیں انہوں نے اپنا مقصد حاصل کرنا چاہا ہے۔ 295 سی کو پارلیمنٹ نے قانون سازی کے ذریعے بنایا' اس قانون میں ترمیم پارلیمنٹ کے سوا

کوئی دوسرا نہیں کر سکتا۔ سپریم کورٹ کے حالیہ فیصلہ کے تحت بھی موجودہ حکومت کو آئین میں شامل اسلامی دفعات میں تبدیلی کا کوئی اختیار نہیں ملا ہے۔ کسی بھی نظام کو ناکام کرنے کے لیے اس کے طریقہ کار میں ایسی تبدیلیاں کی جاتی ہیں جس سے قانون اپنی افادیت کھو دیتا ہے۔ 295 سی کا اطلاق صرف پاکستان کے اندر ممکن ہے۔ پوری دنیا میں اس کا اطلاق ممکن نہیں۔

ہیومن رائٹس کے علمبردار کہتے ہیں کہ ہم جمہوریت کو ماننے والے ہیں۔ یہ دیکھنا چاہیے کہ ملک میں عملاً ایسی صورت نظر آتی ہے۔ 295 سی کے الفاظ ہیں کوئی شخص بھی خواہ وہ مسلمان ہو غیر مسلمان ہو حضورؐ کی شان میں گستاخی کا مرتکب ہوگا اسے سزا ملے گی۔ اس قانون کا تعلق صرف غیر مسلموں سے ظاہر کرنا انتہائی غلط بات ہے۔ عوام کو مس گائیڈ کیا جا رہا ہے۔ 295 سی کا تعلق مسلم اور غیر مسلم دونوں کے ساتھ ہے اس کا تعلق کسی اعتبار سے اقلیتوں کے ساتھ نہیں ہے۔ پاکستان میں 1984ء سے 2000ء تک 168 مقدمات 295 سی کے تحت قائم ہوئے ہیں۔ 168 مقدمات میں بعض نام نہاد مسلمانوں کے خلاف مقدمات درج ہوئے ہیں۔ ان مقدمات کی سماعت جاری ہے جن میں کچھ کو سزائیں بھی ملی ہیں۔ مثال کے طور پر گوہر شاہی محمد یوسف اور میرپور میں ایک کتاب لکھنے والے کے خلاف بھی 295 سی کے تحت مقدمات درج کیے گئے۔ یہ شور مچانا کہ صرف اقلیتوں کا مسئلہ ہے یہ انتہائی غلط ہے۔ 16 برسوں کے دوران 168 مقدمات کا مطلب ہے ایک سال کے دوران سولہ مقدمات بنے ہیں۔ ہم تحقیقات کر رہے ہیں کتنے مقدمات مسلمانوں اور کتنے غیر مسلموں کے خلاف درج ہوئے ہیں۔ ہمارے ہاں 90 فیصد مسلمان اور 10 فیصد اقلیتیں ہیں۔ غیر مسلموں میں بھی کیا ہر کوئی خدانخواستہ توہین رسالت کا ارتکاب کرتا ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ درج مقدمات میں ایک اندازہ کے مطابق 100 افراد غیر مسلم ہیں۔ صرف سو افراد کی وجہ سے قانون کے طریقہ کار میں تبدیلی کی ضرورت کیوں ہے؟ قانون تبدیل کرنے کی وجہ یہ اشارہ دیتا ہے کہ جو بھی توہین کا مرتکب ہوگا اسے تحفظ دیا جائے گا۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ جو افراد توہین کے مرتکب ہو رہے ہیں انہیں روکا جائے مگر انہیں تحفظ دینے کا سوچا جاتا ہے۔ یہ قانون دنیا کے لیے نہیں پاکستان کے لیے ہے۔ اس لیے ہمیں ہرگز اس بات کی ضرورت نہیں کہ ہم دنیا کی انسانی حقوق کی تنظیموں اور بڑی طاقتوں کو مطمئن کرتے رہیں۔ ہر ملک اپنے دائرہ کے اندر رہتے ہوئے قانون نافذ کرتا ہے۔ ناموس رسالت کا قانون 95 فیصد لوگوں کی خواہش کا اظہار ہے۔ حقوق انسانی کی تنظیموں اور جمہوریت کے علمبرداروں کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ اکثریت کے خلاف اپنی بات منوا سکیں۔ میرا سوال ہے کہ قتل کی واردات ہو تو مقدمہ کے لیے ڈپٹی کمشنر کی اجازت لینی ہوتی ہے؟ ایسا نہیں ہے۔ قتل کے مقدمات میں پندرہ بیس افراد کو نامزد کیا جاتا ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کو یہ خیال کیوں نہیں آتا کہ 15، 20 بے گناہ لوگوں کو جیلوں اور عدالتوں کی اذیت برداشت کرنا ہوگی اور انسانی حقوق کی اس خلاف ورزی کو کیسے روکا جا سکتا ہے۔ صرف چیف ایگزیکٹو کے طیارہ اغوا کیس کی مثال لیں۔ اس مقدمہ میں جتنے افراد کے نام شامل تھے کیا سب مجرم قرار پائے ہیں؟ صرف ایک مجرم

قرار پایا ہے۔ باقی سب چھوڑ دیے گئے ہیں۔ ایف آئی آر کی کوئی حتمی حیثیت نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ غلط ایف آئی آر درج ہونے سے ملک کی بدنامی ہوتی ہے۔ میرا سوال ہے نہ ہمارا قانون اتنا صاف ہو چکا ہے کہ آئندہ کسی دوسرے مقدمہ کی غلط ایف آئی آر درج نہیں ہوگی صرف توہین رسالتؐ کے قانون کو بنیاد بنانا ٹھیک نہیں ہے۔

مفتی غلام سرور قادری

آئین کی دفعہ 295 سی کا تعلق اقلیتوں سے نہیں ہے۔ اس کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جو کسی بھی دین سے نسبت رکھتا ہو۔ خواہ وہ دین اسلام کا دعویدار ہو۔ اسلامی قانون کی کتابوں میں امام ابو یوسف کی ایک مشہور کتاب ''کتاب الخراج'' ہے جو ہارون الرشیدؒ کے فرمان پر لکھی گئی تھی۔ اس کتاب میں لکھا ہے ''ہر وہ مسلمان جو اسلام کا دعویدار ہو مگر اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو برا کہا یا آپ کی عیب جوئی کی، آپ کی شان میں تنقیص کی اگر وہ توبہ کرے تو ٹھیک ورنہ وہ قتل کر دیا جائے گا''۔

سب کتابوں میں لکھا ہے کہ غیر مسلم ہی نہیں مسلمان بھی اگر گستاخی کرے گا اور توبہ نہیں کرے گا تو وہ قتل کی سزا کا مستحق ہوگا۔ ہیومن رائٹس والوں سے ہم پوچھتے ہیں کہ کیا اللہ کا بھی کوئی حق بنتا ہے اور کیا وہ رسول ﷺ کا حق ماننے کو بھی تیار ہیں؟ وہ صرف اپنے حقوق کی باتیں کرتے ہیں۔ جو شخص رسول ﷺ کی شان میں تنقیص کرتا ہے وہ شخص دو طرح کے حقوق تلف کرتا ہے۔ ایک رسول ﷺ کا حق تلف کرتا ہے اور دوسرا ان لوگوں کے جذبات کو ٹھیس پہنچاتا ہے جن کا ایمان رسول ﷺ سے وابستہ ہوتا ہے۔ جنرل پرویز مشرف نے قانون کے طریقہ کار میں ترمیم کا غلط اقدام اٹھایا تھا۔ ان کا منصب رسول کریم کا فیضان اور عطیہ ہے۔ انہیں رسول اللہ ﷺ کی عزت اور ناموس کا محافظ ہونا چاہیے۔ قانون میں ترمیم سے دو نقصانات کا خدشہ ہے۔ ایک گستاخی کرنے والوں کا راستہ کھل جائے گا اور دوسرا جب مسلمان دیکھیں گے کہ حکومت انہیں روک نہیں رہی تو وہ ملزموں کو براہ راست قتل کر کے پھانسی چڑھ جائیں گے۔ توہین رسالتؐ کے مقدمے ڈپٹی کمشنروں کے حوالے نہیں ہونے چاہئیں۔ البتہ یہ ممکن ہے کہ جس علاقہ میں واقعہ ہو وہاں کے علماء کو تفتیش کے لیے شامل کیا جائے۔ بعض ڈپٹی کمشنر ایسے ہیں جن کو کلمہ طیبہ نہیں آتا۔ بعض ایسے ہیں جو بسم اللہ کا ترجمہ نہیں کر سکتے۔ شان رسالت میں گستاخی کے مقدمات ان کی مرضی پر کیوں چھوڑے جائیں؟

مولانا محمد حسین اکبر

رسول اکرم ﷺ کی توہین کسی حوالے سے ہو، اس کی سزا قتل ہے۔ ایسا مقدمہ حکومت کے پاس چلا جائے اس پر بھی واجب ہے کہ ملزم کو سزائے موت دے۔ ہمارے علماء کا متفقہ موقف ہے کہ اگر کسی بھی مسلمان کو اپنے جان، مال، عزت کا خطرہ نہیں اور وہ قاتل کو موت کی سزا دے سکتا ہے تو اسے کسی عدالت میں نہیں جانا چاہیے۔ کیونکہ عدالت کی اہمیت ذات رسول ﷺ کی وجہ سے ہے۔ ایک نظام قائم

کرنے کے لیے ضروری تھا قانون موجود ہو تا کہ خرابیاں روکی جائیں۔ توہین رسالتؐ کے قانون کو برقرار رہنا چاہیے۔ برقرار ہے اور برقرار رہے گا۔ کوئی حکومت مانے نہ مانے یہ حکومتوں کا محتاج نہیں۔ اس کا تعلق مسلمان کے عقیدہ اور ذات کے ساتھ ہے۔ سلمان رشدی کو تحفظ دینے کے لیے لاکھوں پاؤنڈ خرچ کر دیے گئے۔ کیا وجہ تھی؟ اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دشمنان اسلام کی شروع سے سازش رہی ہے کہ وہ ذات رسول ﷺ کے متنازعہ صورت میں پیش کر کے ان کی اہمیت ختم کر دے۔ ذات رسول ﷺ کا مرتبہ و مقام کے حوالے سے دیکھا جائے تو پوری کائنات سے وہ ارفع و اعلیٰ ہے اور اگر مناسبت کے لحاظ سے اسے دیکھا جائے تو پوری دنیا کے اربوں مسلمانوں کے جذبات ذات رسول ﷺ سے وابستہ ہیں۔

مونا جمل قادری

چیف ایگزیکٹو کی ایک پبلک میٹنگ میں سرسری انداز میں کی گئی بات کو بعض عناصر نے جھگڑو بنا دیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی کوشش جو توہین رسالتؐ قانون کو غیر موثر بنانے کے لیے ہوگی' وہ اسلام دشمنی ہے۔ گزشتہ سولہ' سترہ برس میں جو واقعات ہوئے ان میں جذباتیت کا پہلو بھی سامنے آیا ہے۔ اس میں قانون کا سقم نہیں ہے بلکہ اس میں لوگوں کے رویوں کا دخل ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ملک جن مسائل سے گزر رہا ہے ان کے پیش نظر حساس اور طے شدہ امور پر سیاست چمکانے اور ذاتی اہمیت بنانے کی گنجائش موجود نہیں ہے۔ موجودہ لہر کو مرحومہ ملی یکجہتی کونسل کے بے روح بدن میں دوبارہ جان ڈالنے کی کوشش سے ملی ہے۔

جب بہت سارے معاملات میں ہمارے بعض دوست کارنر ہوگئے تو انہوں نے یک لخت ملی یکجہتی کونسل کے سٹیج کو استعمال کیا اور لوگوں کے جذبات اچھال کر ایکٹو پالیٹکس میں اِن ہونے کی کوشش کی۔ اس کی بڑی دلیل نواب زادہ نصر اللہ خان کا وہ بیان ہے کہ فلاں دن کی ہڑتال کا فیصلہ جی ڈی اے کرے گا۔ اگر کسی ہڑتال کی کال دینا تھی تو وہ کسی کے تابع نہیں ہونی چاہیے تھی۔ ناموس رسالتؐ کے تحفظ کا معاملہ بہت حساس ہے اور اس پر قوم کو مستقل ایک نظریے پر کھڑے ہونے کی ضرورت ہے۔ ایک ہڑتال جس کی پہلے ہی اپیل کی گئی تھی اس کے سہارے لوگوں کے جذبات کو استعمال کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں ایک ایسی بات جس کا وجود نہیں تھا اسے بعض ناکام اور مسترد شدہ لوگوں کی جانب سے بلا وجہ ایشو بنا دیا گیا اور اس کی جتنی مذمت ہو وہ کم ہے۔

میاں خالد حبیب الٰہی

295 سی کے قانون کے اندر دو طرح کے قوانین ہیں۔ ایک 295 سی کا قانون اور دوسرا جرم کا طریقہ کار وضع کرتا ہے۔ یعنی جرم سرزد ہو تو کس نے ملزم پکڑنا ہے' کس طرح سماعت ہوگی۔ تعزیرات پاکستان میں 295 سی کا اضافہ کیا گیا۔ قانون کے مطابق گستاخ رسول کو سزائے موت یا عمر قید

دینے کا فیصلہ کیا گیا جس کے خلاف سینئر وکیل اسماعیل قریشی نے 90ء میں فیصلہ کو فیڈرل شریعت کورٹ میں چیلنج کیا۔ 1991ء میں فیصلہ ہوا۔ فیڈرل شریعت کورٹ کے فل بنچ جس کے سربراہ جسٹس گل محمد خان تھے نے فیصلہ دیا کہ رسولؐ کی شان میں گستاخی کے ضمن میں متبادل سزا نہیں ہوگی۔ بنچ نے متفقہ فیصلہ دیا کہ 295 سی میں متبادل سزا ختم کر دی جائے اور ایک محدود مدت دی' اور صرف موت کی سزا مقرر کر دی گئی۔ 295 سی کے قانون کو پارلیمنٹ بھی چاہے تو وہ ترمیم نہیں کر سکتی۔

1990ء کے بعد ہر حکومت نے اس قانون کو غیر موثر کرنے کی کوشش کی ہے۔ 295 سی کے قانون کو ختم کرنے کی کوشش کی گئی مگر اس پر سخت ردعمل ہوا تو پسپائی اختیار کر لی گئی۔ اس کے بعد اس کے طریقہ کار کو ناقابل دست اندازی پولیس بنانے یا اس کے مدعی کے جھوٹا ہونے پر سزا مقرر کر دینے کے متعلق کوششیں کی گئیں۔ بے نظیر حکومت میں یہ دو متبادل تجاویز آئی تھیں۔ اس پر بھی شدید ردعمل ہوا کہ قانون کے اندر ہر چیز موجود ہے۔ اگر مدعی جھوٹی ایف آئی آر درج کراتا ہے اور عدالت جانے سے قبل پولیس تفتیش کے دوران ہی ثابت ہو جائے کہ جھوٹا مقدمہ درج کرایا گیا تو پولیس ملزم کے خلاف مجسٹریٹ کی اجازت سے کارروائی کر سکتی ہے جس کی سزا چھ ماہ مقرر ہے۔ کیس اگر عدالت میں ہو اور جھوٹی گواہی دی جائے تو ایسے ملزم کی سزا سات سال مقرر ہے۔ جھوٹی گواہی کی بناء پر کسی کو سزا ہو جائے تو ایسے گواہ کی سزا دس سال مقرر ہے۔ اگر کسی کی جھوٹی شہادت پر کسی کو انتہائی سزا ہو گئی ہو تو قانون کے تحت مدعی اور گواہ کو بھی اتنی ہی سزا ہوگی جتنی کسی دوسرے کو دی گئی ہو۔ مثلاً کسی کو سزائے موت ہو گئی ہو مگر بعد میں انکشاف ہوا کہ گواہی جھوٹی تھی تو گواہ کو بھی سزائے موت دی جائے گی۔ اس سے زیادہ جھوٹی ایف آئی آر روکنے کا کیا پیمانہ ہو سکتا ہے۔ ناقابل دست اندازی پولیس وہ جرم ہوتے ہیں جن میں معمولی قسم کا جرم ہوتا ہے۔ ہمارے قانون کے تحت قابل دست اندازی پولیس جرائم میں دفعہ 154 کے تحت کوئی بھی شخص پولیس کے پاس جا کر وقوعہ بیان کرتا ہے اور ایس ایچ او کا فرض ہے کہ مقدمہ درج کرے اور قانون کے مطابق تفتیش کرے۔ جو معمولی نوعیت کے جرم ہوتے ہیں ان میں ایک شخص الزام لگاتا ہے کہ اس کے اوپر پانی پھینک دیا گیا' اسے گالی دی گئی' گھر کے باہر ڈیک چلایا گیا' پولیس ایسے واقعات پر کہتی ہے کہ ایف آئی آر درج نہیں ہو سکتی نہ ہی ملزم کو پکڑنے کا اختیار دیا گیا ہے۔ لہذا مدعی کو مجسٹریٹ کے پاس پہنچ کر ایف آئی آر درج کرانی پڑتی ہے۔ جن کے حکم کے بعد پولیس کارروائی عمل میں لاتی ہے۔ رسول اللہؐ کی شان میں گستاخی انتہائی سنگین نوعیت کا واقعہ ہے جسے انتہائی معمولی جرائم کی فہرست میں شامل نہیں کرنا چاہیے یہ حساس نوعیت کا معاملہ ہے جس میں جب بھی تبدیلی کا سوچا جائے گا تو انتہائی سخت ردعمل ضرور سامنے آئے گا۔ ایف آئی آر درج کرانے کے طریقہ کار سے متعلق جو تجویز دی گئی تھی وہ دراصل کان کو دوسری جانب سے پکڑنے کی کوشش تھی۔ یہ کوشش اس لیے کی گئی تاکہ معاملہ کو ناقابل دست اندازی پولیس بنا دیا جائے۔ ایسا کرنا خود توہین عدالت کے مترادف ہے۔ انسانی حقوق کی تنظیموں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا کہ ایف آئی آر درج کرانے کا طریقہ کار سہل ہونا چاہیے۔ ملک کی تمام انسانی حقوق کی تنظیموں

اور بار ایسوی ایشنوں کا ہمیشہ یہ مطالبہ رہا ہے کہ جس آدمی کو شکایت ہو فوری ایف آئی آر درج ہو اور اس کو نقل دی جائے۔ لیکن سمجھ نہیں آتی رسول اللہ کی شان میں گستاخی کے خلاف ایف آئی آر درج کرانے کو مشکل کیوں بنایا جا رہا ہے۔

جناب محمد نواز کھرل

چیف ایگزیکٹو نے قانون توہین رسالتؐ میں تبدیلی کا جو اعلان کیا اس پر ہر مسلمان کا دل دُکھا اور اس کے خلاف احتجاج ہونا فطری امر تھا۔ کہا جاتا ہے کہ جو لوگوں نے احتجاج کیا میاں نواز شریف دور میں جب اس قانون میں تبدیلی کی کوشش ہوئی تو وہ خاموش تھے۔ میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں کہ جماعت اہل سنت پاکستان نے بے نظیر کے دور میں بھی جب ان کے وزیر اقبال حیدر نے اس قانون میں تبدیلی کی بات کی تھی تو ہماری جماعت نے پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر مظاہرہ کیا تھا۔ نواز شریف کے دور میں بھی ہم نے داتا دربار سے پنجاب اسمبلی تک جلوس نکالا تھا۔ وہ وہی دن تھا جب وہ ایٹمی دھماکے کا اعلان کر کے لاہور پہنچنے والے تھے۔ جس کی بھی حکومت ہو جب بھی اس قانون کو چھیڑا جائے گا ہم احتجاج ضرور کریں گے۔ ہم سوال کرتے ہیں کہ گستاخان رسول اور اقلیتوں کے لیے اس قانون کو چھیڑا گیا۔ کیا اس ملک میں عاشقان رسولؐ کے حقوق نہیں ہیں۔ جہاں تک یہ اعتراض ہے کہ 295 سی کے غلط مقدمات درج کرائے جاتے ہیں تو اس کے ازالہ کے لیے پہلے سے قانون موجود ہے۔ یہ ممکن ہی نہیں کہ کوئی مسلمان اپنے آقا کے نام پر ایک غلط ایف آئی آر درج کروائے گا۔

جناب مظہر سعید کاظمی

قانون توہین رسالتؐ کے ضمن میں مروجہ قانون ہی رائج ہونا چاہیے۔ اس قانون کے لیے ایف آئی آر مختلف کیوں ہو۔ اگر اس حساس اور نازک مسئلے پر ایف آئی آر جلدی درج ہو جائے تو لوگوں کے جذبات ٹھنڈے ہو جاتے ہیں۔ جب تاخیر ہوگی تو لوگ مشتعل ہوں گے اور کوئی بے گناہ بھی اس کی زد میں آ سکتا ہے۔ وقتی طور پر جذباتی عوام کو کنٹرول کرنے اور کسی بے گناہ کو ملوث کیے جانے سے بچانے کے لیے بھی یہی ضروری ہے کہ ایف آئی آر فوری طور پر درج ہو۔

مولانا عزیز الرحمٰن جالندھری مرکزی ناظم اعلیٰ عالمی مجلس تحفظ ختم نبوتؐ پاکستان

آقائے نامدار ﷺ اور دیگر انبیاء علیہم السلام جن کے صدقے انسانیت کو شرف نصیب ہوا ان کی شان میں گستاخی کرنے والوں کو مہلت مہیا کرنا گستاخی کرنے کی سند دینے کے مترادف ہے۔ جنرل پرویز مشرف سے تبدیلی یا ترمیم کا اعلان کرا کے خود ان کے ساتھ زیادتی کی ہے اور ان کو ہدف تنقید بنائے جانے کا جواز فراہم کیا ہے۔

مولانا سید عطاء المہیمن بخاری

قانون توہین رسالتؐ 295 سی' تعزیرات پاکستان کی صورت میں بڑی قربانیوں کے بعد وجود میں آیا تھا۔ تعزیرات پاکستان میں 295 سی کے اضافہ کے دن سے ہی بے دین اور طاغوتی قوتیں اس کے خاتمے یا اس کو غیر مؤثر کرنے کے لیے سازشوں میں معروف ہو گئے تھے۔ خصوصاً آئی ایم ایف' ورلڈ بینک اور صیہونی وصلیبی امداد پر چلنے والی این جی اوز اس قانون کے خاتمے کے لیے مسلسل دباؤ بڑھا رہے ہیں اور پاکستان کے ساتھ اپنے تعاون اور امداد کو اس قانون کے خاتمے سے مشروط کر رہے ہیں۔

موجودہ حکومت نے بیرونی دباؤ قبول کیا اور ایک طے شدہ متفقہ آئینی شق کو متنازعہ بنایا۔ حکومت کا موقف تھا کہ "اس قانون کی وجہ سے بیرونی دنیا میں پاکستان کی رسوائی ہو رہی ہے" چنانچہ جنرل مشرف نے اس قانون کے تحت مقدمہ کے اندراج کے طریقہ کار کو تبدیل کر کے اسے عملاً غیر مؤثر کر دیا۔ حکومت طے شدہ متفقہ آئین کو نہ چھیڑے۔ اس سے ملک میں بے چینی' عدم استحکام اور امن و امان کا مسئلہ پیدا ہوگا۔ خصوصاً توہین رسالت کا قانون اور دیگر اسلامی قوانین ریاست کے مسلمانوں کا عقیدہ و ایمان ہے۔ ان کو چھیڑنا یا متنازعہ بنانا آئین کی بنیادی روح کو مجروح کرنے اور پاکستان کی نظریاتی اساس کو ختم کرنے کے مترادف ہے۔ اسلام دشمن طاقتوں کی سازش ہے کہ مسلم ممالک میں بھی اسلام کو حاکم نہ بننے دیا جائے۔ 295 سی کو غیر مؤثر کرنا بھی اسی ایجنڈے کا حصہ ہے۔

حضرت مولانا اللہ وسایا مدظلہ

تحفظ ناموس رسالتؐ قانون کی خلاف ورزی پر یہودی' قادیانی اور بعض مسیحی حضرات کا واویلا غیر ملکی آقاؤں کے اشارے پر کیا گیا ہے۔ توہین رسالت کا قانون جب سے نافذ ہوا ہے' اس وقت سے اس میں تبدیلی کے لیے غیر ملکی دباؤ ڈالا جاتا رہا ہے۔ بے نظیر اور نواز شریف حکومتوں میں بھی یہ تجویز تھی مگر وہ عوامی ردعمل کے خوف سے ایسا نہ کر سکے۔